Date of Publication: 16-02-2013

PRICE Rs. 2/-

POSTED ON 17-18 Feb. 2013
R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) -01/1195/2012-14
Licensed to Post Without Prepayment U(C)160/2012-14

HAMARI ZABAN (WEEKLY)

ہفت روزہ

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

22-28 February 2013
Issue: 8, Vol.: 72

۲۲ تا ۲۸ فروری ۲۰۱۳ء
شمارہ نمبر: ۸، جلد نمبر: ۷۲

اودھ کے مشہور رنگیلے بادشاہ واجد علی شاہ کی زندگی کو کئی بار فلمانے کا اعلان کیا گیا مگر ہر بار کسی نہ کسی وجہ سے یہ منصوبہ ادھورا رہ گیا۔ اس ادب دوست اور موسیقی نواز نواب کی زندگی سے کتنی ہی رنگین اور دل آویز کہانیاں وابستہ ہیں اور ان سب کو یکجا کر دیا جائے تو ایک شاندار فلمی ڈرامہ تیار ہو جاتا ہے۔ اس نے موسیقی، رقص اور نجوم وغیرہ موضوعات پر کم و بیش پچاس کتابیں تحریر کی تھیں۔ اس نے کئی ڈرامے لکھے اور انھیں اسٹیج بھی کیا۔ یہی وہ حکمراں تھا جس نے لکھنوی کرتے اور ٹوپی کو عوام میں مقبول بنایا۔ اس نے موجودہ ٹھمری ایجاد کی تھی، سینکڑوں فنکاروں نے اس کی سخاوت سے فیضان پایا۔ اس نے گنگا جمنی تہذیب کو فروغ دینے میں نمایاں کردار انجام دیا اور گومتی کی شوخ لہروں

مہیا کرنے کے علاوہ اودھ کے دربار کی شاندار عکاسی کرے گی۔ اسکرپٹ تیار ہوا اور کاسٹ کا انتخاب کر لیا گیا۔ اشوک کمار، وجنتی مالا، بے راج، اوم پرکاش، درگا کھوٹے اور ڈیوڈ کو بطور اداکار منتخب کیا گیا، لیکن کچھ دنوں بعد معاملہ ہمیشہ کے لیے ٹل گیا۔ دو فلمیں البتہ ایسی ضرور بنی ہیں جن میں واجد علی شاہ کی زندگی کی ہلکی سی جھلک دکھائی دیتی ہے، ایک ستیہ جیت رے کی 'شطرنج کے کھلاڑی' اور دوسری سید مظفر علی کی 'امراؤ جان' دونوں فلمیں لکھنوی تہذیب کا بہترین نمونہ تھیں۔

قارئین اندازہ لگائیں کہ اگر اس رنگین مزاج نواب کی زندگی پر پوری ریسرچ کرنے کے بعد مکمل فلم تیار کی جائے تو وہ کتنی انوکھی اور دل چسپ ہوگی۔ سید مظفر علی اور ان کے نوجوان

جب اردو باغِ ارم میں اٹکھیلیاں کرتی تھی

فلم سے ادب کے ملاپ کے چند دل چسپ واقعات

وشوا ناتھ طاؤس (C-38، سیکٹر 39، نوئیڈا [یوپی] 201303)

اور لکھنؤ کے گلی کوچوں کی مہک کو بھی برقرار رکھا۔ اس کی شخصیت ہمیشہ متنازعہ اور مجموعۂ اضداد رہی لیکن اس نے ہندو مسلم امتیاز سے بالاتر ہو کر اپنی پوری رعایا کو پُر امن ماحول مہیا کیا اور ان سے یکساں انصاف کیا۔ اپنے مختصر دورِ حکومت کے باوجود اس نے فنونِ لطیفہ کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ایک ایسی روح پرور ثقافت کی پرورش کی جس کی خوشبو آج بھی اودھ کی فضاؤں میں بکھری ہوئی ہے۔

۱۹۵۳ء میں پریمیر فلمز کی جانب سے فلم ساز ایم ایس اہلووالیہ نے فلم 'واجد علی شاہ' بنانے کا اعلان کیا جس کی ہدایت کاری ایک انگریز ڈائرکٹر ہربرٹ مارشل کے سپرد کی گئی۔ ہندوستان کی تاریخ پر مسٹر مارشل کی گہری نظر تھی کیوں کہ انھیں تاریخ کے مطالعے سے گہرا لگاؤ تھا۔ یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ ان کی ڈائرکشن میں یہ ایک مکمل اور صحیح تاریخی فلم ہوگی اور عوام کو تفریح کا سامان

صاحب زادے فلم لائن سے وابستہ ہیں اور خدا نے انھیں بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اگر وہ یہ پروجیکٹ ہاتھ میں لیں تو ایک شاہکار فلم کی تخلیق ہو سکتی ہے۔ یہ فلم نہ صرف اردو زبان کے فروغ میں مددگار ہوگی بلکہ تجارتی اعتبار سے بھی منافع بخش ہوگی۔ انارکلی اور شہزادہ سلیم کی رومان پرور زندگی پر بننے والی ہر فلم باکس آفس پر ہٹ ثابت ہو سکتی ہے تو شاہِ اودھ کے دورِ حکومت کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کو رقص، موسیقی اور رومان سے سجا کر بننے والی فلم بھی دولت کما سکتی ہے۔

بات ۱۹۵۲ء کے آخری دنوں کی ہے۔ اداکار اوم پرکاش نے اپنی ڈائرکشن میں تیار ہونے والی فلم 'راشن کارڈ' کی کہانی کے سلسلے میں ہند سرکار کے وزیرِ خوراک جناب رفیع احمد قدوائی سے ملاقات کی۔ اوم پرکاش کا منشا یہ تھا کہ عزت مآب وزیرِ خوراک کو کہانی کے مرکزی خیال سے مطلع کیا جائے اور بتایا جائے کہ ملک کے کئی دیگر مسائل کی طرح عوام کو ارزاں قیمت پر باآسانی اناج مہیا کیے جانے کا معاملہ بھی غور طلب ہے اور یہی فلم کی کہانی کا مرکزی نقطہ بھی ہے۔ اوم پرکاش اس مسئلے کو انچھوتے ڈھنگ سے پیش کرنے کا ارادہ

عظیم مورخ پروفیسر **عرفان حبیب** کا خط
انجمن کے صدر پروفیسر **صدیق الرحمٰن قدوائی** کے نام

مکرمی صدیق الرحمٰن صاحب

آداب۔ مجھے شرمندگی ہے کہ دارا شکوہ پر سیمینار کے سلسلے میں آپ کے دعوت نامہ
کا ابھی تک جواب نہ بھیج سکا ہوں۔ اسباب وہ نامعلوم ہیں۔ میں یاد دہانی پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں سیمینار میں ضرور حاضر ہوں گا۔ اور دارا شکوہ کا جو تخیل ہے اس پر ایک پرچہ
ہوگا۔ کوشش کروں گا کہ پرچہ تحریری پیش کر سکوں۔

مخلص
عرفان حبیب

۹ فروری ۲۰۱۳

رکھتے تھے اور اُن کے پاس ایک مضبوط کہانی کا پلاٹ موجود تھا۔ وہ قدوائی صاحب سے صلاح ومشورہ کرکے 'راشن کارڈ' کو ایک شاہکار فلم بنانا چاہتے تھے۔ قدوائی صاحب سے ملاقات ہوئی مگر صرف چند منٹ کے لیے کیوں کہ وہ دیگر سرکاری امور کے سلسلے میں بے حد مصروف تھے۔ طے پایا کہ دونوں کی ماہ فروری ۱۹۵۳ء میں پھر ملاقات ہوگی اور حتمی فیصلہ کرلیا جائے گا۔

فروری کا پورا مہینہ گزر گیا مگر بات آگے نہ بڑھی۔ کچھ دنوں بعد راقم کی اوم پرکاش سے ملاقات ہوئی تو پتا چلا کہ فلم بنانے کا پلان موقوف کردیا گیا ہے۔ وجہ اوم پرکاش نے یہ بتائی کہ جب ملک کے ذہین، فاضل اور تجربہ کار وزیرِ خوراک نے اپنی حکمت عملی سے اناج کا مسئلہ خود ہی حل کردیا ہے اور اب عوام کو کم قیمت پر کھلے بازار میں گندم اور آٹا مل رہا ہے تو پھر فلم بنانے کی ضرورت ہی کیا رہ گئی ہے۔ مرکزی حکومت کے موثر اور مضبوط اقدامات کے باعث اناج کے بھی خفیہ ذخیرے بلیک مارکٹوں کے قبضے سے نکل کر کھلی مارکیٹ میں آگئے تھے اور عوام کو آٹا کم قیمت پر ملنے لگا تھا۔

ساٹھ برس قبل بننے والی فلم 'بے وفا' (ستارے: نرگس، راج کپور، اشوک کمار) میں سرشار سیلانی کے لکھے ہوئے گیت بڑے مقبول ہوئے تھے جن کی دھنیں میوزک ڈائرکٹر اقبال قریشی نے تیار کی تھیں۔ ایک محفل میں سرشار کی موجودگی میں کسی نووارد شخص نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ 'بے وفا' کے گانے اُس کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ اتفاق سے وہ شخص سرشار کو جانتا اور پہچانتا نہیں تھا جو کہ اس محفل میں موجود تھے۔ جب اُس پر حقیقت ظاہر ہوئی تو وہ کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا چپکے چپکے وہاں سے کھسک گیا۔

اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ برسات، شری چار سو بیس، آہ، وغیرہ کی فلموں کے گیت کار حسرت جے پوری کو پیش آیا۔ تیواڑی نام کا ایک شخص مشہور اداکار جگدیش سیٹھی سے ملا جو اُن دنوں فلم 'جگنو' بنانے کا پلان بنا رہے تھے۔ تیواڑی اُن سے کہنے لگا کہ فلم 'بادل' کا گانا ''میں راہی بھٹکنے والا ہوں، کوئی کیا جانے متوالا ہوں'' اُسی کا لکھا ہوا ہے اور یہ گانا اُس نے حسرت جے پوری کو سو روپے میں بیچ دیا تھا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ 'جگنو' کے لیے اس سے بھی بہتر گیت لکھ سکتا ہے۔ جگدیش سیٹھی خود بھی شاعر تھے۔ فلم لائن میں داخلہ لینے سے پہلے سخن گوئی اُن کا مشغلہ تھا۔ وہ حضرت علامہ تاجور نجیب آبادی کے تلامذہ میں سے تھے اور شاعروں کی قدر کرنا اُن کی فطرت تھی۔ وہ تیواڑی کو مہالکشمی کی فیمس سنے بلڈنگ میں لے گئے جہاں اُن کا دفتر واقع تھا۔ دفتر پہنچ کر اُنھوں نے تیواڑی سے کہا کہ اب اپنا کلام سناؤ۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اتنے میں حسرت جے پوری فیمس بلڈنگ میں گھومتے پھرتے جگدیش سیٹھی کے دفتر میں جا پہنچے۔ جگدیش سیٹھی نے دونوں شاعروں کا آپس میں تعارف کرایا تو بھید کھل گیا اور پتا چل گیا کہ تیواڑی بھی نقلی شاعروں کی نسل کا ایک فرزند ہے۔ حسرت نے اُس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ دوسروں کے کلام پر اپنی چھاپ لگاتے ہوئے تمھیں شرم آنی چاہیے۔ بات بڑھ گئی، نوبت ہاتھا پائی تک پہنچنے والی تھی کہ جگدیش سیٹھی نے بیچ بچاؤ کرادیا۔ تیواڑی نے معافی مانگنے میں ہی مصلحت سمجھی اور کان پکڑ کر وعدہ کیا کہ آئندہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔

دوسری جنگ عظیم کے دنوں میں بننے والی ہدایت کار محبوب کی فلم 'نجمہ' (ستارے: اشوک کمار، وینا، ستارہ)، 'اُن داتا' و دیگر کچھ فلموں کے مقبول نغمہ نگار انجم پیلی بھیتی کو محرم کی دسویں تاریخ کو نہایت وحشیانہ طور پر قتل کردیا گیا۔ بتایا گیا کہ چند غنڈوں نے اُنھیں لوٹنے کے لیے قتل کیا۔ اداکار اشوک کمار نے اُنھیں اپنی فلم کمپنی کے لیے گانے لکھنے کے لیے ایک ہزار روپیہ پیشگی دیا تھا۔ انجم کو پینے پلانے کی پرانی عادت تھی، چناں چہ بہت زیادہ پی کر وہ ایک بدنام بستی میں چلے گئے جو بدمعاشوں کا ڈیرا تھی۔ غنڈوں نے پہلے اُن سے روپیہ چھینے اور پھر بڑی بے رحمی سے ہلاک کرڈالا۔ خیال رہے اُن کا لکھا ہوا فلم 'نجمہ' کا یہ گانا بہت مقبول ہوا تھا:

ہمیں جو کھلاتے ہیں پانوں میں مرچیں
اُنھیں دے رہے ہیں دعا چپکے چپکے

مسلم معاشرے پر بنی یہ فلم بہت کامیاب رہی تھی اور پروڈیوسر ڈائرکٹر محبوب کے نام کا ڈنکا ہر طرف بجنے لگا تھا۔ اُس زمانے میں اشوک کمار فلموں میں اپنے گانے خود گایا کرتا تھا۔ یہ گانا اُسی کے گلے سے نکلا تھا۔ اشوک نے جتنے بھی گانے گائے اُن میں یہ سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔ اس گانے کی رائلٹی کے طور پر ہر سال اُسے گرامو فون کمپنی کی جانب سے کافی رقم ملا کرتی تھی۔ ایک مسلمان فلم ہیرو کے طور پر بھی یہ اُس کی پہلی فلم تھی۔ مسلم ٹوپی، اچکن، چوڑی دار پاجامہ یہ سب اُس کے جسم پر اس طرح فٹ بیٹھے کہ وہ سچ مچ کا مسلمان نظر آتا تھا۔ 'نجمہ' کی مقبولیت کے باعث ہی اُسے بعد میں 'میرے محبوب' اور 'بہو بیگم' جیسی نوابی شان کا مظاہرہ کرنے والی فلمیں ملیں۔ نواب کے رول میں اُس نے جان ڈال دی اور یہ بات فلم انڈسٹری میں عام ہوگئی کہ اس طرح کا کردار اشوک سے بہتر اور کوئی اداکار نہیں کرسکتا۔

ہدایت کار محبوب خاں کو جب انجم پیلی بھیتی کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت افسردہ ہوئے اور اُنھوں نے مرحوم کی بیوی اور بچوں کے لیے ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا تاکہ اُن کا دانہ پانی چلتا رہے۔ اس دور کے کچھ فلمی شعرا نے بھی ایک میٹنگ کرکے کچھ روپے جمع کرنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ انجم کی بیوی بچوں کی مدد کی جاسکے۔ مرحوم شاعر کا شعر و سخن کی دنیا میں اچھا مقام تھا اس لیے ادبی حلقوں نے بھی ماتم منایا۔

معروف فلمی صحافی شوکت ہاشمی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز آل انڈیا ریڈیو لاہور میں ڈرامہ نگار کی حیثیت سے کیا۔ اُنھوں نے فلموں میں اداکاری بھی کی۔ فلم ساز روپ کے شوری نے جب لاہور میں فلم 'پاپی' بنائی تو شوکت کو ایک اہم کردار کے لیے 75 روپے ماہوار پر سائن کیا۔ یہ ۱۹۴۲ء کا سن تھا جب پنجاب کے صنعت کار بڑی جنگ کے دوران بلیک میں کمایا ہوا سرمایہ فلم انڈسٹری میں پھینک رہے تھے اور لاہور میں پنجابی اور اردو فلمیں تیزی سے بننے لگی تھیں۔ فلم 'پاپی' کو مشہور کامیڈین مجنوں (اصلی نام: ہیرالڈ لوئیس) ڈائرکٹ کررہا تھا جس نے فلم میں راگنی کے ساتھ ہیرو کا ڈبل رول بھی ادا کیا تھا۔ اپنے رول کو ضرورت سے زیادہ نمایاں کرنے کے لیے مجنوں نے کہانی میں بہت زیادہ ردوبدل کرکے فلم کا ستیاناس کردیا۔ پنجاب کی فلمی صنعت کی بیوٹی کوئین آہو چشم راگنی کی عمدہ اداکاری اور بے پایاں حسن بھی فلم کو سہارا نہ دے سکا اور یہ فلاپ ہوگئی۔

اس کے بعد شوکت ہاشمی کو ہدایت کار جے پی ایڈوانی نے اپنی فلم 'سہارا' میں ایک اہم رول دیا لیکن دو دن کی شوٹنگ کے بعد کہانی تبدیل کردی گئی اور اس میں شوکت کا کردار بالکل ختم کردیا گیا۔ مایوس ہوکر شوکت ۱۹۴۳ء میں بمبئی پہنچے تو اُن کی جیب میں صرف تیرہ روپے تیرہ آنے تھے۔ تیرہ کے اس منحوس عدد نے بمبئی میں اُن کے لیے مشکلیں کھڑی کردیں۔ کافی بھاگ دوڑ کے بعد اُنھیں فلم ساز ادارے فضلی برادرز کے ہاں اردو پبلسٹی انچارج کی جگہ مل گئی۔ ایک روز باندرہ والی قیام گاہ میں شوکت کے ہاں چوری ہوگئی اور چور اُن کا تمام اثاثہ مع کتابوں کا ٹرنک لے بھاگے۔ قسمت کی مار دیکھیے کہ تین ماہ بعد اُنھیں اس ادارے کی ملازمت سے بھی جواب مل گیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ وہ فضلی برادرز یعنی حسنین فضلی اور سبطین فضلی کی اسٹوڈیو میں آمد و رفت کے وقت عملے کے دیگر افراد کی طرح جھک کر سلام نہیں کرتے تھے اور اسے اپنی توہین سمجھتے تھے۔

بعد ازاں فلم ساز و ہدایت کار رستم موودی کے لیے شوکت نے فلم 'گل بکاؤلی' کا اسکرپٹ تیار کیا۔ سترہ دنوں میں بننے والی فلم سات ہی ہفتوں میں سوپر سنیما کی اسکرین سے اُترگئی۔ اُن دنوں بمبئی میں دس ہفتوں سے کم چلنے والی فلموں کو ناکام سمجھا جاتا تھا۔ بار بار کی ناکامی سے پریشان ہوکر شوکت نے فلموں سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور نرگس آرٹ کنسرن کے ماہانہ رسالے 'نرگس' کی ادارت سنبھالی۔ یہ رسالہ اس قدر خوب صورت اور جاندار تھا کہ اس کا پہلا ہی شمارہ بمبئی میں بلیک میں بکا۔ قیمت فی شمارہ بارہ آنے تھی مگر وہ ایک ایک روپے میں فروخت ہوا۔ مانگ اس قدر بڑھی کہ نیوز ایجنٹوں کی جانب سے تقاضا ہونے لگا کہ اس شمارے کا دوسرا اڈیشن شائع کیا جائے۔ اردو صحافت میں یہ اپنی قسم کا انوکھا واقعہ تھا جس کی نظیر پھر کبھی نہیں ملی۔

رسالہ 'نرگس' نے اردو کی فلمی صحافت میں زلزلہ پیدا کردیا۔ اسے اس قدر نفاست اور خوب صورتی سے ترتیب دیا گیا کہ اردو دنیا واہ واہ کر اٹھی۔ نہ صرف ملک کے کونے کونے میں بلکہ بیرونِ ملک بھی اس کی مانگ پیدا ہوگئی۔ غیر ممالک میں بسنے والے اردو داں ہندوستانی اس جریدے کے لیے اُتاولے ہوگئے اور دھڑا دھڑ آرڈر آنے لگے۔ شوکت نے شب و روز محنت کرکے اسے انوکھا پرچہ بنادیا۔ رسالہ 'نرگس' کے کل پانچ شمارے مارکیٹ میں آئے جس سے اداکارہ نرگس کو بے پناہ پبلسٹی ملی اور اس کی ڈبوں میں بند پڑی فلمیں 'انجمن'، 'رومیو جولیٹ'، 'داروغہ جی'، 'پیار کی باتیں' مارکیٹ میں آگئیں۔ اچانک نرگس آرٹ کنسرن کی مالکہ جدن بائی کا انتقال ہوگیا اور رسالہ 'نرگس' اپنے عالم شباب میں ہی بند ہوگیا۔ نرگس کے بھائیوں اختر حسین اور انور حسین نے رسالہ جاری رکھنے سے انکار کردیا اور اس کا چھٹا شمارہ پریس میں ہی پڑا رہ گیا۔ بمبئی کے فلمی حلقوں میں یہ افواہ بھی پھیلی ہوئی تھی کہ انور حسین چاہتا تھا کہ رسالے کے اڈیٹر کے طور پر اُس کا نام دیا جائے اور شوکت اس کی ترتیب، تدوین و تزئین کا سارا کام انجام دیتے ہوئے بھی پس پردہ رہے، یہ بات شوکت کے لیے ناقابل قبول تھی۔ کوئی بھی خوددار صحافی اس طرح کی ذلت برداشت نہیں کرسکتا۔ شوکت نے صاف انکار کردیا۔ نتیجتاً اُنھیں علاحدہ کردیا گیا۔

پے در پے ناکامیاں سہنے کے بعد شوکت ہاشمی پاکستان چلے گئے جہاں لاہور میں اُن کی منہ بولی بہن بیگم پروین فلموں میں کام کرتی تھی۔ اُس نے اپنے بھائی کے لیے فلم انڈسٹری میں جگہ بنانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکی۔ لاہور میں فلم رائٹر بہت سے تھے اور وہاں کام ملنے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ کسی نے مشورہ دیا کہ کراچی چلے جاؤ وہاں فلم رائٹرز کی کمی ہے اس لیے چانس مل سکتا ہے۔ شوکت کراچی شفٹ ہوگئے، وہاں حالت یہ تھی کہ سال بھر میں مشکل سے آٹھ دس اردو فلمیں بن پاتی تھیں۔ فلموں کا اصل مرکز لاہور ہی تھا۔ کراچی میں کسی نے شوکت کو گھاس نہ ڈالی تو اُنھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اُن دنوں دیوآنند کی فلم 'جال' پاکستان میں ریلیز ہوئی تھی۔ سستی شہرت حاصل کرنے کی غرض سے شوکت نے فلم 'جال' کے خلاف سڑکوں پر مظاہرہ کیا کیوں کہ اس میں ایک عرب باشندے کو اسمگلر کے روپ میں پیش کیا گیا تھا۔ شوکت نے اسے عربوں کے خلاف سازش قرار دیا۔ اشتہار بھی بانٹے گئے مگر یہ حربہ ناکام رہا۔ فلم 'جال' کی نمائش جاری رہی، جتنی اُس کی مخالفت کی گئی اُتنی ہی اسے

(بقیہ صفحہ ۷ پر)

اشاریہ ہماری زبان
جنوری تا دسمبر 2012

دوسری قسط

تبصرے

محمد عارف خاں

نام کتاب	مصنف / مرتب	تبصرہ نگار	شمارہ
• خواب ناتمام	سوئی رضا	عبدالحمید نعمانی	۲۲ تا ۲۸ جنوری
• دیوان محشر	محبوب محشر	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	〃 〃 〃
• مرقع کا سفر	وسیم حیدر ہاشمی	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• کاغذ آتش زدہ	گوپی چند نارنگ	ڈاکٹر مشتاق صدف	یکم تا ۷ فروری
• ریت پر کھنچی ہوئی لکیر	مہتاب عالم پرویز	ایم رحمان	〃 〃 〃
• فرہنگ تلمیحات	ثوبان سعید	عبدالحمید نعمانی	۸ تا ۱۴ فروری
• اساطیر کی جمالیات	شکیل الرحمٰن	ڈاکٹر رضیہ حامد	〃 〃 〃
• مسیح کی دہلیز	ڈاکٹر ذکی طارق	ڈاکٹر رضیہ حامد	۱۵ تا ۲۱ فروری
• تنگ نائے غزل	انیس سلطانہ	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• مٹی کی مہک	افسر وکی	ڈاکٹر رضیہ حامد	۲۲ تا ۲۸ فروری
• خاک ہو جائیں گے ہم	ابراہیم اختر	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• تنقیدی احتساب	ڈاکٹر عزیز اندوری	ڈاکٹر رضیہ حامد	یکم تا ۷ مارچ
• پروفیسر نورالحسن انصاری: حیات اور فارسی خدمات	ڈاکٹر وکیل اشہر	ڈاکٹر رضیہ حامد	۸ تا ۱۴ مارچ
• کلیات راہی	غلام مرتضیٰ راہی	ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط	〃 〃 〃
• تاریخ اعظم گڑھ (حافظ شاہ افضال اللہ قادری)	مرتب: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	عبدالحمید نعمانی	۱۵ تا ۲۱ مارچ
• مرثیہ بعنوان علم	شان حیدر بیباک امروہوی	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• تنقید و ترسیل	ڈاکٹر تابش مہدی	عبدالحمید نعمانی	۲۲ تا ۲۸ مارچ
• برمحل اشعار اور ان کے ماخذ (جلد اول)	خلیق الزماں نصرت	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	〃 〃 〃
• ہزار امکاں	ڈاکٹر فرید پربتی	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	یکم تا ۷ اپریل
• تمثیل نو (ماہنامہ)	مدیر: ڈاکٹر امام اعظم	اقبال انصاری	〃 〃 〃
• سخن آمادہ	نثار احمد نثار	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• ڈاکٹر آنند کے سات دیوان - تجزیاتی مطالعہ	پریم گوپال متل	عبدالحمید نعمانی	۸ تا ۱۴ اپریل
• محمد ایوب واقف: شخصیت اور ادبی خدمات	ڈاکٹر سیفی سرونجی	نوشاد منور عالی	〃 〃 〃
• کتابیات شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	عبدالحمید نعمانی	۱۵ تا ۲۱ اپریل
• نسیم مغرب (منتخب انگریزی نظموں کا منظوم ترجمہ)	پروفیسر امیر چند بہار	طلحہ فرحان	〃 〃 〃
• مقالات افتتاحیہ	سید معراج جامی	نوشاد منور عالی	〃 〃 〃
• میرے ایک ڈال کے (مظفر حنفی)	فیروز مظفر	عبدالحمید نعمانی	۲۲ تا ۲۸ اپریل
• ادب اور جمالیات (مصنف: پروفیسر شکیل الرحمٰن)	مرتب: شیخ عقیل احمد	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	〃 〃 〃
• شجر سایہ دار	ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• رباعیات فراق (فراق گورکھپوری)	عادل اسیر دہلوی	ایس اے رحمٰن	یکم تا ۷ مئی
• قطرہ قطرہ زہر	زیب حسنی	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• مسدس آئینہ ٹونک (صادق بہار ٹونکی)	ڈاکٹر عمر جہاں	سید ساجد علی ٹونکی	〃 〃 〃
• غزل عہد بہ عہد	پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی	عبدالحمید نعمانی	۸ تا ۱۴ مئی
• چراغ آرزو (شعری مجموعہ)	ڈاکٹر راحت سلطانہ	طلحہ فرحان	〃 〃 〃
• وادیٔ سخن	کشوری لال	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	۱۵ تا ۲۱ مئی
• بکھرنے سے ذرا پہلے	خورشید سنگھ شاد	طلحہ فرحان	〃 〃 〃
• آنگنوں کے دور میں (افسانوی مجموعہ)	دیویندر پجواری	ایم رحمٰن	۲۲ تا ۲۸ مئی
• آزادی کے بعد اردو شاعری میں تانیثی حسیت	ڈاکٹر وسیم بیگم	خلیق انجم	〃 〃 〃
• اردو کا سفر دیر سے حرم تک	مصنف: ڈاکٹر محبوب راہی مرتب: ڈاکٹر گنیش گائیکواڑ (آغاز بلڈانوی)	ڈاکٹر محمد ذاکر نعمانی	۸ تا ۱۴ جون
• اردو صحافت ۱۹۶۰ء تا حال	ڈاکٹر محمد ابوذر	ڈاکٹر رضیہ حامد	۱۵ تا ۲۱ جون
• شبلی سخنوروں کی نظر میں	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	ڈاکٹر شکیل احمد	۲۲ تا ۲۸ جون
• پنجرے کا آدمی	رونق جمال	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• متاع سوز و نشاط (شعری مجموعہ)	عشاق کشتواڑی	ڈاکٹر رضیہ حامد	یکم تا ۷ جولائی
• تقابلی ادبی مطالعہ	ڈاکٹر حیات افتخار	ڈاکٹر رضیہ حامد	۸ تا ۱۴ جولائی
• رباعیات غنی کشمیری (غنی کشمیری)	مترجم: عادل اسیر دہلوی	ایس اے رحمٰن	۱۵ تا ۲۱ جولائی
• ریزہ ریزہ حیات (افسانوی مجموعہ)	دیپک بدکی	ڈاکٹر ذکی طارق	〃 〃 〃
• اردو درس و تدریس	ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	۲۲ تا ۲۸ جولائی
• تاویلات و تشکیلات	ڈاکٹر محبوب راہی	ڈاکٹر محمد ذاکر نعمانی	〃 〃 〃
• ریت (ناول) بھگوان داس اعجاز	مترجم: ڈاکٹر فاروق انصاری	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	یکم تا ۷ اگست
• اپنے لوگ	نسیم اختر شاہ قیصر	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• من آنم کہ من دانم	نامی انصاری	عبدالحمید نعمانی	۸ تا ۱۴ اگست
• بے نام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز	ڈاکٹر اسد مالوی	دیپک بدکی	〃 〃 〃
• سورج اچھا بچہ ہے	فرحان حنیف وارثی	دیپک بدکی	۱۵ تا ۲۱ اگست
• کورٹ مارشل	آنند لہر	نور شاہ	〃 〃 〃
• آخری رات (افسانوی مجموعہ)	نعیم کوثر	دیپک بدکی	۲۲ تا ۲۸ اگست
• گلشن ظہیر (بچوں کی نظمیں)	ظہیرالدین رانی بنوری	ڈاکٹر سید معصوم رضا عشروی	〃 〃 〃
• کہی ان کہی (شعری مجموعہ)	سید آصف دسنوی	دیپک بدکی	یکم تا ۷ ستمبر
• جھومتے بہار کے	فاطمہ یزدانی	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• رباعیات یگانہ (یگانہ چنگیزی)	عادل اسیر دہلوی	ایس اے رحمٰن	۱۵ تا ۲۱ ستمبر
• متاع ہنر	ہنر رسول پوری	سعید اختر اعظمی	〃 〃 〃
• رانی کیتکی کی کہانی	عادل اسیر دہلوی	انور کمال حسینی	۲۲ تا ۲۸ ستمبر
• خوشبو پھیلے عام	سیفی سرونجی	سعید اختر اعظمی	〃 〃 〃
• نکما اور پری گھم (ناول)	ڈاکٹر بانو سرتاج	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• رباعیات شایاں (شایاں قدوائی)	ریاض قدوائی	سعید اختر اعظمی	یکم تا ۷ اکتوبر
• کہانیاں	انتخاب و ترجمہ: مختار بدری	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• تلخ و شیریں	ناظم قمر	سعید اختر اعظمی	۸ تا ۱۴ اکتوبر
• روشنی (بچوں کی کہانیاں)	ڈاکٹر انجم آرا انجم	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• کتابیں	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	سعید اختر اعظمی	۱۵ تا ۲۱ اکتوبر
• ترجیحات و توجیہات	ڈاکٹر محبوب راہی	آغا غیاث الرحمٰن	〃 〃 〃
• حرف جاوداں	سید نفیس دسنوی	سعید اختر اعظمی	۲۲ تا ۲۸ اکتوبر
• بدلی میں چھپا چاند	ڈاکٹر رینو بہل	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• چند قدم اقبال کے ساتھ	محمد ظہیرالدین احمد	سعید اختر اعظمی	یکم تا ۷ نومبر
• آرائش جمال (تصنیفات)	ڈاکٹر محبوب راہی	مفتی حبیب الرحمٰن ندوی	〃 〃 〃

(بقیہ صفحہ ۷ پر)

اردو دُنیا

اساتذہ کی تربیت کا نصاب اردو میں شائع کرنے کا حکم جاری

بنگلور (۳۰ جنوری)۔ گزشتہ سال پانچویں جماعت کا نصاب تبدیل ہونے کی وجہ سے اس نصاب کے تدریسی نکات کو سمجھانے کے لیے اساتذہ کو رچنا نام کی تربیت دی گئی اور پھر سی سی ای تربیت کا اہتمام کیا گیا لیکن یہ دونوں تربیتیں کنڑا زبان میں ہی دی گئی اور کنڑا کتابیں ہی فراہم کی گئیں۔ حالاں کہ اس سے قبل اردو اساتذہ کے لیے اردو زبان میں ہی تربیت دی جاری تھی اور تدریسی نکات کا مواد بھی اردو زبان میں فراہم کیا جاتا تھا۔ اس سبب ایک ماہ سے اس سلسلے میں کی گئی کوشش بیکار ثابت ہوئی تو صوبائی صدر کرانا جناب شیخ فیاض الدین کی قیادت میں ایک وفد محکمۂ تعلیمات کے سکریٹری جناب کمار نائک سے مل کر اردو اساتذہ سے ہورہی اس ناانصافی کو واضح کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اردو کتابیں شائع کر کے ریاست بھر کے اردو اساتذہ کو فراہم کیا جائے۔ لہٰذا جناب کمار نائک نے صدر کرانا کی دی گئی عرضی پر ہی ایس ایس اے ڈائرکٹر جناب دیپ شیل (آئی اے ایس) کو حکم دیا کہ فوری طور پر اردو زبان میں کتابوں کی اشاعت کو یقینی بنایا جائے۔ اس دوران جناب شیخ فیاض الدین نے آر ایم ایس کے ڈائرکٹر جناب ایم این بیگ اور ایس ایس اے ڈائرکٹر اور ڈی ایس آر ٹی ڈائرکٹر سے اس سلسلے میں مسلسل رابطہ رکھا ہے۔ امید ہے کہ بہت جلد معاملہ حل ہوجائے گا۔ اسی دن کرانا کے وفد نے افسران سے مل کر یہ مطالبہ بھی کیا کہ ریاست کے ۷۲ تعلقوں میں اردو سی آر پی نہ ہونے کی وجہ سے کنڑا سی آر پی کو بھرتی کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا کرانا وفد نے پُرزور مطالبہ کیا کہ کنڑا سی آر پی کو واپس لے کر اردو سی آر پی کا فوری تقرر کیا جائے۔ اس ضمن میں بات کرتے ہوئے جوائنٹ ڈائرکٹر محترمہ ریتا نائک نے کہا کہ یہ مسئلہ کورٹ میں ہونے کی وجہ سے اردو سی آر پی کے تقرر کو روک دیا گیا تھا، اب معاملہ حل ہوگیا ہے لہٰذا اپریل میں اس تقرر کو یقینی بنایا جائے گا۔ کرانا کے وفد میں عزیز اللہ خان، جناب سجاد قریشی، محترمہ محمودہ خانم اور بنگلور شہری ضلع کے انسپکٹر جناب سید ساجد حسین شریک تھے۔
(سالار۔ بنگلور)

اردو میڈیم مدارس کے مسائل کے حل کا مطالبہ

حیدرآباد (۳۰ جنوری)۔ اردو میڈیم سرکاری و ضلع پریشد اسکولوں میں اساتذہ کی شدید کمی، طلبہ کو معیاری تعلیم کے حصول میں درپیش مسائل اور اردو میڈیم دسویں جماعت کے وسط حسن نتائج اور اردوداں طبقے میں پھیلی مایوسی کے تدارک کے لیے اساتذہ کی تنظیم پی آر ٹی یو نظام آباد کے ایک وفد نے جس میں خواجہ معین الدین، مرزا افضل بیگ، عارف الدین اور سید ربانی کے علاوہ موہن ریڈی ایم ایل سی (ٹیچرس) بھی شامل تھے، حیدرآباد میں ریاستی وزیر ثانوی تعلیم پارتھا سارتھی اور ریاستی وزیر بھاری و متوسط آبپاشی پی سدرشن ریڈی کو تفصیلی یادداشت پیش کی، جس میں بتایا گیا کہ ریاست میں خاص طور پر اردو میڈیم ہائی اسکولوں میں مضمون واری اساتذہ کی کمی ہے جس کے باعث نتائج پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ ریاست میں دوسرے مرحلے کے تحت منظورہ اسکول اسسٹنٹس کی اسامیاں جو کہ آر ایم ایس اے کے تحت ہیں، اردو اسکولوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مختص کی جائیں تاکہ ایس ایس سی کے بہتر نتائج برآمد ہوسکیں۔ اس موقع پر موہن ریڈی ایم ایل سی نے ضلع مہتمم تعلیمات نظام آباد سرینواس چاری سے فون پر ربط قائم کرکے اردو کی تمام خالی اور مطلوبہ اسامیوں کی تفصیلات حاصل کیں اور اردو کی تمام اسامیوں کی تفصیلات کو ڈائرکٹر آف اسکول ایجوکیشن کو روانہ کرنے پر زور دیا تاکہ ریاستی سطح پر نمائندگی کے لیے سہولت ہوسکے اور تمام اسکول اسسٹنٹس کی اسامیاں ترقی کے ذریعے پُر ہوسکیں۔ علاوہ ازیں موہن ریڈی ضلع نظام آباد کے لیے ایل ایف ایل ہیڈ ماسٹرس کی اسامیوں کو اردو میڈیم کے لیے مختص کرانے کے لیے ڈائرکٹر آف اسکول ایجوکیشن سے اس سے پہلے نمائندگی کرچکے ہیں۔ (اعتماد۔ حیدرآباد)

اردو نیوز پیپرس ایکشن کمیٹی کے وفد کی انفارمیشن کمشنر سے نمائندگی

حیدرآباد (۶ فروری)۔ اردو نیوز پیپرس جوائنٹ ایکشن کمیٹی کا ایک وفد کمشنر انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشن حکومت آندھرا پردیش وانا کشور آئی اے ایس سے ملاقات کی اور انھیں اپنے دیرینہ مسائل سے واقف کرایا جس پر انھوں نے جلد از جلد یکسوئی کا تیقن دیا۔ وفد میں سید عثمان رشید، عالم مہدی، خیرات علی، اسد علی، ایس ایس۔ کے حسینی اقبال، سید ممتاز محمد، چکرادھر، یوراج، محمد مجاہد خان، ایس ایم ابراہیم، خواجہ عنایت اللہ شاہ، احمد صدیقی، ایم آر غوری، عزیز احمد بیگ، واجد مسعود، ارجن کمار، سید عارف، ابرار احمد اور دیگر صحافی شامل تھے۔
(منصف۔ حیدرآباد)

ہوڑہ ضلع لائبریری میں اردو اسٹاف مقرر کرنے کی اپیل

ہوڑہ، مغربی بنگال (۲۹ جنوری)۔ سابقہ حکومت میں فنڈ کی کمی اور اردو اسٹاف نہیں ہونے کی وجہ سے ہوڑہ ضلع لائبریری کا اردو شعبہ بند کر دیا گیا تھا۔ انجمن ترقی اردو ہوڑہ کی جانب سے دوبارہ اس کو شروع کرانے کے لیے جدوجہد کی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں متعدد بار لائبریری وزیر عبدالکریم چودھری، ہوڑہ کے ڈی ایم اور ضلع لائبریری کے افسر سے ملاقات کی گئی، لیکن کوئی پیش رفت نہ ہونے کی صورت میں ایک بار پھر وزیر عبدالکریم چودھری سے بکاش بھون میں ۲۸ جنوری کو ملاقات کرکے ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی۔ انھوں نے ڈائرکٹر کو اپنے چیمبر میں بلایا اور اردو شعبے کو بحال کرنے کی تاکید کی اور یہ بھی کہا کہ فی الحال ایک پارٹ ٹائم اردوداں کا انتظام کرکے شعبے میں کام کی شروعات کردی جائے۔ ڈائرکٹر نے یقین دلایا کہ بہت جلد کوئی مناسب حل نکالنے کی کوشش کی جائے گی۔
(اخبار مشرق۔ کلکتہ)

انجمن ترقی اردو اتر پردیش کا جلسہ

ٹانڈہ، اتر پردیش۔ انجمن ترقی اردو اتر پردیش کی ایک اہم میٹنگ قصبے کے محلہ سکیل پوری میں واقع انجمن کے صوبائی کیمپ آفس میں منعقد ہوئی جس میں صوبے کی سپا سرکار سے اردو کی ترقی کے لیے ٹھوس اقدام کیے جانے کا مطالبہ کیا گیا۔ میٹنگ کی صدارت کرتے ہوئے انجمن کے صوبائی جنرل سکریٹری محمود الظفر رحمانی نے کہا کہ اردو صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ ہندستان کی زبان ہے اور اس شیریں زبان نے ہندستان کی آزادی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے بھی صوبائی سرکار سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق اردو کی ترقی کے لیے ٹھوس اقدام کرے اور سابقہ حکومتوں کے طرز پر تمام سرکاری دفاتر میں اردو مترجم اور پرائمری اسکولوں میں اردو اساتذہ کی تقرری کرے، علاوہ ازیں گزشتہ ستر سال سے بے روزگاری کی مار جھیل رہے اردو معلمین کی تقرری براہ راست ترجیحی بنیاد پر کی جائے۔

میٹنگ کو خطاب کرتے ہوئے انجمن کے شہر صدر جناب زاہد مظہری نے کہا کہ ہمیں اپنا خود احتساب کرنا چاہیے کہ ہم خود اردو کے لیے کیا کر رہے ہیں کیوں کہ اردو کی بقا کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم سے آراستہ کریں۔ انھوں نے کہا کہ اردو ہندی کی چھوٹی بہن ہے اس لیے اردو کے ساتھ کسی طرح کی کوئی تفریق نہ کی جائے۔ ان کے علاوہ میٹنگ کو خطاب کرتے ہوئے جناب شکیل سہیل ایڈوکیٹ نے کہا کہ اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے ہم اردو کے اخبارات و رسائل خرید کر پڑھیں۔

میٹنگ میں انجمن کے صوبائی خازن شوق امروہوی، جلیس مرزا رستوگی، قاری عبدالماجد، ماسٹر محمد اکرام، حافظ شکیل، حافظ عرفان، ریتا گپتا، ماسٹر سعید الظفر، فرحین جمال صدیقی، رخسانہ اسلم، تبسم جہاں، شائستہ بی وغیرہ موجود تھے۔ نظامت کے فرائض شکیل سہیل نے انجام دیے۔
(پریس ریلیز انجمن ترقی اردو اتر پردیش)

۲۰۱۲ء میں بھی اردو اسکولوں کے مسائل حل کے لیے ترستے رہے

کلکتہ (محمد تنویر)۔ ۲۰۱۲ء میں ریاست کے تعلیمی شعبے کو مستحکم کرنے کے لیے حکومت نے بہت سارے لائحۂ عمل تیار کیے تاکہ یہاں کے تعلیمی نظام درست ہوسکیں۔ نئے تعلیمی سال کے آغاز میں حق تعلیم قانون کا چرچا رہا اور اس کا کافی اثر بھی پڑا۔ ۲۰۱۲ء میں چند اردو میڈیم اسکولوں کو بارہویں جماعت کا درجہ دیا گیا اور شمالی چوبیس پرگنہ کے گنگولی کالج میں شعبہ پوسٹ گریجویٹ قائم کیا گیا، لیکن اردو میڈیم اسکولوں کے لیے الگ سے کوئی لائحۂ عمل تیار نہیں کیا گیا حالاں کہ ممتا حکومت سے امید کی جارہی تھی کہ اس سال اردو میڈیم اسکولوں سے ایس سی / ایس ٹی کوٹا ختم کردیا جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا جس سے اردو طبقے کو مایوسی ہوئی۔ مجموعی طور پر ۲۰۱۲ء میں بھی اردو میڈیم اسکولوں کے مسائل سامنے آنے کے باوجود اس کے حل کے سلسلے میں حکومت کی جانب سے عملی اقدام نہیں کیے گئے۔

ریاستی وزیر جاوید احمد خان کے حوالے سے خبر ملی ہے کہ اردو اسکولوں سے ایس / ایس ٹی کوٹا ختم کرنے کے لیے وزیر اعلا ممتا بنرجی نے مداخلت کی ہے اور معاملہ وزیر تعلیم براتیو باسو کو سونپا گیا ہے مگر اس میں تازہ پیش رفت کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اب آئندہ سال میں حکومت سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ دوسری جانب سابقہ حکومت کے دور میں بھی مدل اور ہائر سکنڈری امتحانات میں لاپروائی برتنے کا معاملہ پیش آتا رہا اور یہ سلسلہ موجودہ حکومت کے دوران بھی جاری ہے۔ سال کے آغاز میں ہی مدھیامک امتحانات کے پرچے میں انتظامیہ کی لاپروائی کے باعث طلبہ کو دوسری مرتبہ امتحان دینے پڑے۔
(اخبار مشرق۔ کلکتہ)

انتساب پبلی کیشنز کے زیر اہتمام سمینار اور مشاعرہ

سرونج (پریس ریلیز)۔ سرونج میں انتساب پبلی کیشن کے زیر اہتمام مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی کے تعاون سے سرونج کی نامور ادبی ہستیاں' کے عنوان سے یک روزہ سمینار اور مشاعرہ منعقد کیا گیا، جس میں مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی کے چیئرمین سلیم قریشی اور مدرسہ بورڈ کے چیئرمین محمد راشد خان نے خاص طور پر شرکت فرمائی۔ اس سمینار کی صدارت سلیم قریشی صاحب نے کی اور نظامت کے

گرامی نامے

ادارے کا مراسلہ نگاروں سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

جمیل الدین عالی کے بارے میں

مکرمی! جمیل الدین عالی چاندپوری کی بسم اللہ سے ۱۹۴۷ء تک میرے ہم جماعت رہے نیز وہ میرے والد محترم قادرالکلام علامہ پروفیسر نادر زتشی دہلوی کے شاگرد تھے (سائل صاحب کے نواسے)۔ (دراصل نوابین لوہارو کے گھروں کے سب بچے، اولادیں (لڑکا، لڑکی) سب میرے والد کے شاگرد ہوتے تھے اور ہمارے گھر کے تمام خاندان و خانوادے کے اعزا و اقربا کے بھی جیسے نواب سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی، جانشین و داماد داغ (خاندان والیان لوہارو کے شاگرد ہوتے رہے)۔

بھائی جمیل کے فرزند اور ہمارے بھتیجے راجو جمیل دلی آپ کے مہمان ہو کے آئے اور ۱۹ جنوری کو آپ نے انہیں اردو گھر میں مدعو کیا (۲۰ کو انھیں واپس پاکستان جانا تھا)۔

(پنڈت آنند موہن زتشی گلزار دہلوی)

اردو اسکولوں میں خالی عہدوں کو پُر کرنے کی چیف سکریٹری کی ہدایت

بنگلور (۳۰ جنوری)۔ وزیر اعظم کے پندرہ نکاتی ریاستی سطح کے پروگرام کے سلسلے میں محکمہ برائے اقلیتی بہبود نے ۲۹ جنوری ۲۰۱۳ء کو میٹنگ منعقد کی جس کی صدارت ایس. وی. رنگناتھ (آئی اے ایس) چیف سکریٹری نے کی۔ اس میٹنگ میں انل کمار آئی اے ایس پرنسپل سکریٹری، محکمہ اقلیتی بہبود کے علاوہ محکمے کے تمام شعبوں کے سربراہوں اور دیگر سکریٹریوں نے شرکت کی۔ ریاست کے تمام اردو اسکولوں میں خالی عہدوں کی بھرتی کے لیے فوراً اقدامات کرنے کی چیف سکریٹری نے محکمہ تعلیمات عامہ کو ہدایت دی۔ مدارس میں معیاری تعلیم اسکیم کے تحت اساتذہ کے لیے معاوضوں کی ادائیگی کے تعلق سے چیف سکریٹری نے ڈائرکٹر اردو تکنیکی کو پندرہ دن کا وقت دیا ہے اور کہا کہ کافی عرصے سے ادا نہ کی گئی رقم جاری کردیں۔ ریاست کرناٹک اقلیتی کمیشن کے سکریٹری توفیق احمد کے اے ایس نے یہ تفصیلات ایک اخباری بیان میں دی ہیں۔

(سالار۔ بنگلور)

حکومتِ آندھرا پردیش نے اردو کی صرف 100 ڈائریاں شائع کی

حیدرآباد (۶ فروری)۔ ریاستی حکومت اردو کے فروغ کے بارے میں بلند بانگ دعوے کرتی ہے، لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو اردو سے متعلق اس کے تمام دعوے کھوکھلے ثابت ہو رہے ہیں۔ ہر نئے سال کے موقعے پر شائع کی جانے والی ڈائریوں میں بھی اردو کے ساتھ ناانصافی روا رکھی جاتی ہے۔ گورنمنٹ پرنٹنگ پریس چنچل گوڑہ میں آندھرا پردیش ڈائری 2013 چھاپی گئی ہیں۔ باوثوق ذرائع سے پتا چلا ہے کہ اس سال حکومت نے انگریزی کی بارہ ہزار اور اردو کی صرف 100 ڈائریاں شائع کروائی ہیں۔ انگریزی ڈائری کی قیمت 100 اور اردو ڈائری کی قیمت 200 روپے مقرر کی گئی ہے۔ افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ اس انتہائی معلوماتی ڈائری کو کثیر تعداد میں شائع کرنے کی بجائے صرف 100 چھاپی گئی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر دس ہزار اردو ڈائریاں بھی چھاپی جاتیں تو وہ ضرور فروخت ہو جاتیں۔ اس سلسلے میں ریاستی وزیر اقلیتی بہبود محمد احمداللہ کو نوٹ لینا چاہیے۔ ہم نے اردو ڈائری کے بارے میں ان سے معلومات حاصل کرنے کی مسلسل کوشش کی لیکن چاہتے ہوئے وہ کون سے کام میں مصروف تھے کہ انھوں نے ہمارا فون کال وصول نہیں کیا کیوں کہ لوگ ''شدید ضرورت کے دوران فون اٹھانے سے قاصر رہتے ہیں''۔

(سیاست۔ حیدرآباد)

فرائض پروفیسر مختار شمیم نے انجام دیے۔ سیمینار کی ابتدا میں لندن کے مشہور شاعر مشتاق سنگھ کی کتاب 'چراغ قربتوں کے' کا اجرا کیا گیا۔ اس سیمینار میں سروج کی ادبی ہستیوں سے متعلق ڈاکٹر شان فخری، پروفیسر مختار شمیم، ڈاکٹر سیلی سرونجی، اسلم چشتی، محمد متین ندوی، ڈاکٹر مہتاب عالم، ڈاکٹر نعمان خاں، نعیم اطہر منصوری، عبدالصمد اقبال، عبدالحفیظ عارف اور عبدالمعبود خان نے مقالے پڑھے۔ اس موقعے پر پروفیسر آفاق احمد نے جامع تقریر فرمائی۔ اردو اکیڈمی کے چیئرمین سلیم قریشی نے سرونج کی ادبی حیثیت اور اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس سیمینار میں سرونج سے باہر سرونج کا نام روشن کرنے والوں میں پروفیسر خالد محمود، پروفیسر مختار شمیم، ڈاکٹر شاہد میر اور سیلی سرونجی کے کارناموں پر خاص طور پر گفتگو کی گئی۔ گنجی برادری کے صدر محمد صابر خاں اور عبدالرحمن نے مہمانوں کا پگڑی باندھ کر استقبال کیا۔ سد بھاونا منچ کے صدر انل اگروال نے بھی مہمانوں کا استقبال کیا اور سیلی سرونجی نے شکریہ ادا کیا۔

سیمینار کے بعد مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا، جس میں پروفیسر مختار شمیم، مشتاق سنگھ، اسلم چشتی، شیخ نظامی، آفاق احمد، سلیمان آذر، ڈاکٹر منوہر گرگ، ظفر سرونجی، قدیر صحرا، آصف سرونجی، دولت رام انوشہ جینہ، ڈاکٹر صادق اور حنیف درد نے اپنا کلام سنایا۔ مشاعرے کی نظامت نجم الدین نے کی اور صدارت پروفیسر آفاق احمد نے فرمائی اور ڈاکٹر مہتاب عالم نے ای. ٹی. وی. کے لیے اس پورے پروگرام کو ریکارڈ کیا۔

سرکاری وامدادی مدارس میں اردو کی تدریس کے لزوم کا مطالبہ

حیدرآباد (۱۰ فروری)۔ جنرل سکریٹری پردیش کانگریس عابد رسول خاں نے چیف منسٹر این کرن کمار ریڈی سے ملاقات کرکے مطالبہ کیا کہ ریاست کے تمام سرکاری، امدادی اور پرائیویٹ تلگو اور انگریزی میڈیم مدارس میں اردو کو دوسری زبان کی حیثیت سے پڑھانے کے احکامات جاری کریں۔ انھوں نے کہا کہ چیف منسٹر نے تلگو کو لازمی زبان کی حیثیت سے پڑھانے کی اجازت دی ہے، جس کا وہ خیر مقدم کرتے ہیں، تاہم اردو کے فروغ کے لیے خصوصی اقدامات کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ تلگو کو لازمی زبان کی حیثیت سے پڑھانے کے اعلان کے بعد اردو والوں میں بے چینی پیدا ہوگئی ہے کہ ان کی زبان کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے، لہٰذا حکومت تلگو اور انگلش میڈیم اسکولوں میں اردو کو دوسری زبان کی حیثیت سے پڑھانے کے احکامات جاری کرے۔ انھوں نے کہا کہ وہ تعلیمی اداروں کے انتظامیہ سے بات چیت کرچکے ہیں جو اردو پڑھانے کے لیے تیار ہیں، لہٰذا حکومت اپنے اخراجات سے اردو اساتذہ کا انتظام کرے۔ انھوں نے کہا کہ عالمی تلگو کانفرنس کے انعقاد کے لیے سرکاری زبان کمیشن تشکیل دی گئی، تاہم اردو زبان کی خدمت انجام دینے والی اردو اکیڈمی کی تشکیل کو روک دیا گیا، جب کہ صدر نشین اور ڈائرکٹرس کے تقررات سے اردو کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوگا۔ (سیاست۔ حیدرآباد)

اردو کو دوسری سرکاری زبان کا حقیقی موقف دینے کا مطالبہ

حیدرآباد (۶ فروری)۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی اے پی کا اجلاس علی گڑھ کلب بشیر باغ میں منعقد ہوا، جس کی صدارت سابق ریاستی وزیر قانون آصف پاشاہ نے کی۔ اس موقعے پر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ کے اکیڈمک کورس جو سکنڈری اور سینئر سکنڈری پر مبنی ہے، کے متعلق تفصیلی مباحث ہوا۔ دوران مباحث آصف پاشاہ صدر سوسائٹی نے اس بات کا اظہار کیا کہ تعلیمی کانفرنس حیدرآباد میں منعقد کی جائے جس کی شدید ضرورت ہے۔ نعیم اللہ شریف نے کہا کہ حکومت نے اردو داں طبقے کے ساتھ سوتیلا سلوک روا رکھا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت نے اردو کو صرف دوسری سرکاری زبان کا اعلان کر رکھا ہے لیکن اس پر عمل آوری بالکلیہ طور پر ندارد ہے۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا حقیقی موقف دیا جائے۔ اس مناسبت سے ایک تحریری یادداشت بھی ریاستی حکومت کو پیش کی جائے گی۔ اجلاس میں ڈاکٹر محمد اعظم، غلام یزدانی ایڈوکیٹ، ڈاکٹر رحیم الدین، ضیاء الحسنین، ڈاکٹر میر اکبر علی خاں، بشیر الدین فاروقی، انعام الرحمن اور خلیل الرحمن وغیرہ موجود تھے۔ (منصف۔ حیدرآباد)

ورنگل میں اردو دوسری سرکاری زبان پر عمل آوری ندارد

ورنگل، آندھرا پردیش (۳ فروری) اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کے باوجود ورنگل میں اس پر عمل آوری نہیں ہو رہی ہے۔ کسی بھی دفتر میں اردو میں درخواستوں کو قبول نہیں کیا جا رہا ہے۔ سرکاری دفاتر کے نام تک اردو میں تحریر نہیں ہیں۔ اردو کے عظیم شاعر علامہ اقبال کی یاد میں 'اقبال مینار' قائم کیا گیا لیکن اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے اور اس پر مختلف اشتہارات چسپاں کیے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس مینار پر روشنی اور صفائی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اسی طرح ایل بی گھر میں اردو بھون و شادی خانہ تعمیر ہوئے

اک دیا اور بجھا

کلکتہ۔ اردو کے ممتاز شاعر و ادیب اور صحافی جناب سالک لکھنوی کا ۱۳ جنوری ۲۰۱۳ء کو 100 سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ دنیائے ادب میں سالک صاحب کا قد بہت بڑا تھا۔ فیض احمد فیض، علی سردار جعفری، مجروح سلطان پوری، جمیل مظہری، قتیل شفائی، مخدوم محی الدین، کیفی اعظمی، جاں نثار اختر، خلیل الرحمن اعظمی، عباس علی خاں اور بیخود کلکتوی جیسے نامور شعرا و ادبا کی صف میں ان کا بھی نام آتا تھا۔ سالک صاحب برسوں ترقی پسند تحریک سے جڑے رہے۔ ان کا تعلق سیاست سے بھی تھا اور وہ ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں بھی شامل تھے جس کے لیے انھیں جنگِ آزادی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا تھا۔ سالک صاحب روزنامہ 'آبشار' اور پندرہ روزہ 'آغاز' کے بھی مدیر رہے۔ مرحوم ہی ایم او ہائی اسکول کلکتہ کے سابق سکریٹری اور صدر، تقریباً دس سال تک مغربی بنگال اردو اکیڈمی کے چیئرمین اور انجمن ترقی اردو کلکتہ کے سکریٹری رہے۔ سالک صاحب ایک انقلابی شاعر تھے۔ ان کے اشعار دبے کچلے اور مظلوم انسانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ وہ اعلا اخلاق و کردار کے پیکر تھے اور ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔ مرحوم مغربی بنگال میں لکھنوی تہذیب و ثقافت کی آخری نشانی تھے۔ انھوں نے نئے لکھنے والوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی۔ ان کی موت سے اردو دنیا خاص طور سے مغربی بنگال کی ادبی فضا میں ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے کہ جس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ اُن کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں انھیں بہت سے اعزازات و انعامات سے سرفراز کیا گیا تھا۔ اس سال انھیں پس از مرگ پدم شری کے اعزاز سے بھی نوازا گیا۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحوم کے پس ماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

(ادارہ)

ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے لیکن اس میں برقی اور پانی کی سہولت دستیاب نہیں ہے۔ اس کی مناسب دیکھ بھال کے لیے اردو اکیڈمی کو متعدد مرتبہ توجہ دلائی گئی لیکن عملی اقدامات ندارد ہیں۔ مقامی عوام نے متعلقہ تحصیلدار، مقامی وزیر اور ضلع کلکٹر سے ان مسائل کی یکسوئی کی درخواست کی ہے۔

(اعتماد۔ حیدرآباد)

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : رشحات قلم
(مجموعہ مضامین)
مصنف : انوار الحسن وسطوی
ضخامت : ۲۳۸ صفحات
قیمت : ۲۰۰ روپے
ملنے کا پتا : بک امپوریم، اردو بازار سبزی باغ، پٹنہ-۴
تبصرہ نگار : ڈاکٹر زکی طارق

درس و تدریس سے وابستہ انوار الحسن وسطوی کے مضامین کا پہلا مجموعہ 'رشحات قلم' صحافت کی مختلف النوع راہوں کی نشاندہی کرتا ہے جس میں شخصیات کے تعلق سے بڑے جامع اور موثر مضامین شامل ہیں۔

شخصیات پر اظہار رائے کرنا ایک ایسا عمل ہے جس میں رائے دینے والے کی شخصیت بھی واضح ہوتی ہے، خواہ وہ اظہار رائے ادبی ہو، دینی ہو یا معاشرے سے تعلق رکھتی ہو۔ جن حضرات نے یہ عمل اپنایا انھیں ادبی صحافی کہا گیا ہے جب کہ یہ بھی تنقید ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ موجودہ تنقیدی سلسلے صرف تنقید نہ ہوکر جانب داری کے زمرے میں آگئے ہیں، لیکن وسطوی صاحب کے مضامین جانبداری سے دور ہیں۔ ان میں محاسن کی نشاندہی بدرجۂ احسن ملتی ہے۔ آپ کی ایک کتاب 'انجمن ترقی اردو ویشالی کی خدمات' ایک مجلہ جو اردو تعمیر کانفرنس حاجی پور سے متعلق ہے اور ایک کتابچہ 'صدائے دل' شائع ہوا ہے۔ ان کی ان خدمات پر کل ہند 'اردو نامہ نگار ایسوسی ایشن' پٹنہ سے ۲۰۰۳ء میں 'افتخار ادب' کا اعزاز مل چکا ہے۔

زیر نظر 'رشحات قلم' میں جہاں مشہور و معروف قلم کاروں پر مضامین ہیں وہیں کچھ غیر معروف لیکن قابل ذکر شخصیات پر بھی بڑے موثر اور جامع مضامین قلم بند کیے ہیں جس سے یہ حقیقت آئینہ ہوتی ہے کہ موصوف نے کسی جانب داری سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے ضمیر کی آواز سن کر اپنے قلم کو روانی دی ہے۔ کہیں کہیں ایسا بھی گمان گزرتا ہے کہ وسطوی کمزور پہلوؤں پر شعوری طور پر گریز سے کام لیتے ہیں اگر ہم خود اپنا محاسبہ کریں تو کمزور پہلو ہمارے اندر بھی موجود ہوتے ہیں اس لیے کمزور پہلوؤں پر نشاندہی کے نظر انداز کرنے کا رجحان خود قلم کار کی صلح جوئی کو واضح کرتا ہے۔

زیر نظر مجموعے میں جن شخصیات پر مضامین تحریر کیے گئے ہیں ان میں شاعر بھی ہیں، ادیب بھی، سیاسی شخصیات بھی ہیں اور مذہبی فکر رکھنے والے افراد بھی؛ لیکن وسطوی نے سب کے ساتھ برابر کا انصاف کیا ہے، کہیں نہ مسلکی اختلاف نظر آتا ہے اور نہ تحریکی اور مذہبی۔ انھوں نے اپنی نگاہ کو ادب کے محاسن اور زبان کی آراستگی تک محدود رکھا ہے اور انسانی اوصاف کی نشاندہی بڑے دلکش اور موثر پیرائے میں کی ہے۔

مضامین کے اس مجموعے میں شخصی مضامین کے علاوہ تین طبع زاد مضامین اور کچھ کتابوں پر تبصرے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ طبع زاد مضامین بلاشبہ ایسے مضامین ہیں جنھیں وقت کی اہم ضرورت کہا جاسکتا ہے، ان مضامین میں اردو جاننے والوں کی اُن کمزوریوں کو بھی واضح کیا گیا ہے جو احساس کمتری میں مبتلا قوم سے عموماً ہوتی ہیں۔ ایسے ہی نادر روزگار ہمدردوں کے سبب بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوا، جس میں روز افزوں ترقی ہورہی ہے۔

'رشحات قلم' آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک ایسا تحفہ ہے جو یقیناً لائق تحسین اور قابل قدر ہے۔

■◆■

نام کتاب : **دھوپ کے ساتوں رنگ**
مصنف : ڈاکٹر نیرہ جعفری پاشا
اشاعت : ۲۰۱۲ء
ضخامت : ۲۶۰ صفحات
قیمت : ۲۵۰ روپے
ملنے کا پتا : 3108، وکیل اسٹریٹ، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی-۱۱۰۰۰۶
تبصرہ نگار : ایم رحمٰن (دہلی)

ضرورت ہے کہ تبصرہ اور تنقید کے لیے دیانت دارانہ رخ اختیار کیا جائے تاکہ کسی بھی ادبی شہ پارے کو انصاف مل سکے۔ بعض حضرات سطحی طور پر نظر ڈال کر سبکدوش ہونا چاہتے ہیں اور پھر جو جی میں آیا مصنف / مصنفہ کی قابل قدر کتابوں کا پوسٹ مارٹم کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کیوں کہ وہ نقاد یا مبصر کہلاتے ہیں، جو واقعی ایک افسوسناک بدعت ہے۔

میرے پیش نظر ڈاکٹر نیرہ جعفری پاشا کے افسانوں کا مجموعہ 'دھوپ کے ساتوں رنگ' ہے۔ مصنفہ معروف اسکالر سید احمد علی شاہ جعفری (I.A.S) کی صاحبزادی ہیں۔ اس مجموعے میں 36 افسانے ہیں جو قوس قزح (Rainbow) کے ساتوں رنگ کی ہائندگی کرتے ہیں جسے معروف پبلشر ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی نے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر نیرہ جعفری کتاب کو یوں منسوب کرتی ہیں:

"بھائی جان پروفیسر سید محسن علا شاہ جعفری کے نام جنھوں نے تخلیقی سفر میں قدم قدم پر بہت افزائی کی"۔

پیش لفظ خود لکھنے کی قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"زندگی میں ایک کمی کا احساس اور اس کمی کو پورا کرنے کی جستجو۔ اس سے ہی زندگی عبارت ہے۔ ایک تلاش مسلسل، ایک بے نام سی خلش، جو تن سے گل کھلاتی رہتی ہے۔ وجہ کوئی بھی ہو، حل کچھ بھی ہو یہی خلش ہر وقت آمادۂ سفر رکھتی ہے، کبھی راستے سیدھے بھی ہوتے ہیں اور اکثر خاردار بھی لیکن آبلہ پا بھی تھکتا نہیں۔ بقول حضرت سکتش اکبرآبادی:

کسی سے کہہ نہ سکوں خود یقیں نہ کرسکوں
اک انتظار سا ہے ایک آرزو سی ہے

مجموعے میں ایک کہانی 'ضمیر کی صلیب' ہے جس کا اقتباس مجھ جیسے ناتواں قاری کے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ مصنفہ نے واقعات کو حقیقت کا لباس پہنایا ہے ملاحظہ کیجیے:

"آپ صد حادثہ کے ذہنی توازن قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا وہ لگاتار مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اس قتل کی سزا میں انھیں پھانسی چڑھا دوں کیوں کہ ضمیر کی صلیب سے قانون کی پھانسی کہیں زیادہ آسان ہے"۔

کتاب کے بیک کور پر معتبر ادیب اور نقاد پروفیسر علیم حنفی رقم طراز ہیں:

"نیرہ جعفری کا نسبی تعلق ایک ممتاز علمی اور ادبی خانوادے سے ہے۔ وہ اپنے ورثے کی قدر و قیمت اور اس کی حفاظت کا شعور بھی رکھتی ہیں۔ زبان و بیان کے رموز اور امکانات پر ان کی نظر گہری ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ نیرہ کو کہانی کے اسلوب اور آہنگ کی تعمیر کا سلیقہ بھی خوب ہے لہٰذا ان سے ہماری توقعات اور تقاضے ختم نہیں ہوتے۔ میری دعا ہے کہ وہ خود مطمئن ہوکر نہ بیٹھ جائیں اور یہ مرحلۂ شوق طے نہ ہوپائے! وہ اپنے آپ کو دریافت کرنے کے عمل سے گزرتی رہیں"۔

یقیناً پروفیسر علیم حنفی کی تنقیدی بصیرت و آگہی نے ڈاکٹر نیرہ جعفری پاشا کے فن کا متوازن جائزہ پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر نیرہ جعفری پاشا کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ان کا فن، گاگر میں ساگر بھرنے کا فن ہے۔ کوزے میں دریا کو قید کرنے کا فن ہے۔ زبان کی سادگی اور اظہار کا آسان پیرایہ ادب کے ناقدوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

بلاشبہ ڈاکٹر نیرہ جعفری پاشا اپنی بے لوث ادبی، ثقافتی خدمات کے پیش نظر ایک ممتاز دانشور ہیں۔ ادب کی دنیا کو بھی ان سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ادب کے شناساؤں کی طرف سے 'دھوپ کے ساتوں رنگ' کے افسانوں کی پذیرائی ہوگی۔ ○○

بقیہ: پشکر ناتھ

صفحہ ۸ سے آگے

نامنظور ہونے کی شکل میں قدرت اُس سے بدلہ لیتی ہے۔ 'سات رنگ کا سپنا' میں جہاں امیری اور غریبی کا موازنہ کیا گیا ہے وہیں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ ہم نے آنے والی نسل سے سپنے چھین لیے ہیں۔ 'رات اکیلی ہے' اسپتال میں زیر علاج دو مریضوں کی کہانی ہے جنھیں ایک دوسرے کے ساتھ اتنی ہمدردی ہو جاتی ہے کہ برکھا آپریشن کے لیے جاتے وقت ڈاکٹر سے تاکید کرتی ہے کہ وہ اس بات کی خبر دوسرے مریض کو نہ دے کیوں کہ اسے خدشہ ہے کہ کہیں اس طرح دوسرے مریض کی حالت مزید نہ بگڑ جائے۔ 'جوڑا ابابیلوں کا' کہانی ہے ایک لڑکی کی جس کو جہیز کی معقول رقم نہ ہونے کے باعث اپنی شادی بار بار ملتوی کرنی پڑتی ہے۔ 'دوسری منزل' عشق کی فراموشی اور پراچھت کی کہانی ہے۔ 'رنگیلی' میں راوی اپنے مکان مالکن کی لڑکی پر فریفتہ ہو جاتا ہے مگر وہ اسے رنگیلی کا دیو دے کر اپنے سے کم درجہ سمجھتی ہے۔ 'مہکی ہوئی خوشبو' بھی ایک عشقیہ کہانی ہے جس میں آمنے سامنے محبت کا اظہار نہیں ہو پاتا مگر بالواسطہ طور اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

بقیہ: اشاریہ 'ہماری زبان' ۲۰۱۲ء

• تانابانا ٹھروں کا (مصنف: رضوان احمد فاروقی) مرتب: منظور پروانہ		سعید اختر اعظمی	۸ تا ۱۴ نومبر
• کتب درسیہ	ساحل احمد	ایم رحمٰن	〃 〃 〃
• فرہنگ کلیات اقبال (اردو)	ڈاکٹر رخسانہ بیگم	عبدالحمید نعمانی	۱۵ تا ۲۱ نومبر
• ماہنامہ ہدیٰ (رمضان المبارک نمبر)	مدیر: احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	سعید اختر اعظمی	〃 〃 〃
• آواز کا پیرہن (شعری مجموعہ)	کندن سنگھ کندن ارادی	ڈاکٹر رضیہ حامد	یکم تا ۷ دسمبر
• پس دیوار زنداں	حامد لطیف	سعید اختر اعظمی	۸ تا ۱۴ دسمبر
• امتحاں کیسے کیسے (افسانے)	ڈاکٹر مہر جہاں	سید ساجد علی ٹونکی	〃 〃 〃
• انداز بیاں اور	حسن فیاض	ڈاکٹر حیات افتخار	۱۵ تا ۲۱ دسمبر
• کلام اقبال: موضوعاتی ترتیب	ابن غوری	تحریر: پروفیسر جگن ناتھ آزاد	〃 〃 〃
• الم نشرح (شعری مجموعہ)	رمضان علی سحر	ڈاکٹر رضیہ حامد	۲۲ تا ۲۸ دسمبر
• طفلی ترانے (بچوں کی نظمیں)	سید شکیل دسنوی	دیپک بدکی	〃 〃 〃

■ ❖ ■

بقیہ: فلم سے ادب کے ملاپ کے... واقعات

کامیابی ملی۔ ہندوستانی فلموں کے خلاف منافرت پھیلانے کی یہ سازش عمل ہوگی۔ پریس نے بھی ساتھ نہ دیا اور لکھا کہ یہ شخص جھنجلا رہا ہے، شوکت نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر یہ سب کھیل رچایا ہے۔

اس کے بعد معلوم نہیں شوکت پاشی کا وہاں کیا حال ہوا؟

ایک بہت پرانا مگر دلچسپ واقعہ ہے۔ ۱۹۳۲ء میں پروڈیوسر ڈائرکٹر جمشید واڈیا نے اپنی پہلی متکلم فلم 'لال یمن' بمبئی کے ایک اسٹوڈیو میں قریباً مکمل کرلی، صرف ایک رات کا کام باقی تھا۔ کلائمکس فلمانے کے لیے ایک ٹرک شاٹ (Trick Shot) کی ضرورت تھی۔ سین کے مطابق ولن ہیروئن پر حملہ کرتا ہے اور ہیرو اپنی کمین گاہ سے نکل کر ہیروئن کی مدد کرتا ہے اور ولن کو پچھاڑ دیتا ہے۔ فلم یکیس کا وفرعون کے عظیم مجسمہ کی ہاتھوں سے ماتی گئی تھی۔

فلم کا پورا عملہ شوٹنگ کے لیے تیار تھا مگر موسم سخت خراب ہونے کی وجہ سے کوئی بھی اداکار کام پر نہیں پہنچا تھا۔ جمشید واڈیا پریشان ہو اٹھا مگر اس نے ٹھان لی کہ فلم آج ہر حالت میں مکمل کرنی ہے۔ اس نے اپنے موٹر ڈرائیور رحیل کو ولن کا لباس پہنایا اور اپنی دوست ہنگل سربا کو ہیروئن کی جگہ کھڑا کردیا جو بمبئی کے ویلس سینما کی مالکن تھی اور شوٹنگ دیکھنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ ہیرو کی جگہ جمشید واڈیا آگے آیا۔ رات کا منظر تھا، کیمرہ مین دہشت نے بڑی چابکدستی سے تینوں اداکاروں کی صرف پیٹھ دکھا کر یہ آخری منظر کیمرے میں بند کرلیا۔ کسی کو بھی سینما ہال میں فلم دیکھ کر پتا نہیں چلا کہ اصل اداکار غائب ہیں اور جو سامنے ہیں وہ ڈمی ہیں۔ یہ تھی اس دور کے فلمی لوگوں کی ذہانت۔ فلم 'لال یمن' اردو میں تیار کی گئی تھی اور اسے بہت کامیابی ملی تھی۔

○○○

'کانچ کی دنیا' میں سترہ افسانے شامل ہیں۔ پہلے افسانے 'رازِ دل' میں ایک سیاسی ہیرو چندر بھی آخر کار ولن کے ہاتھوں مات کھاتی ہے لیکن اپنی مریادا قائم رکھنے کے لیے موت کے آغوش میں شرن لیتی ہے۔ 'غبارے کی واپسی' میں ایک بچہ اپنی مفلسی کی وجہ سے اسی کسمپرسی کا شکار ہوجاتا ہے جس میں سالہا سال پہلے ایک اور بچہ مبتلا ہوا تھا۔ 'اکیلی راہ کا مسافر' میں ایک فلرٹ لڑکی آخر کار ایک انجان آدمی سے اس لیے شادی کرتی ہے کیوں کہ بقول اس کے وہ صرف ایسے آدمی کے ساتھ خوش رہ سکتی ہے جس کو اس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو۔ 'شہر بے چراغ' میں افسانہ نگار کا تحت الشعور اپنے ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔ راوی کو یہ احساس کچوکتا ہے کہ اس کا ماحول تاریکیوں میں ملفوف ہو رہا ہے اور انسانیت تباہی کی جانب گامزن ہے۔ مزید انسان خود غرضی کا پتلا بنتا جا رہا ہے اور اپنی غرض کے لیے اپنے خون کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔ وہ پھر کسی توجہ کی کشتی کا متقی ہے۔ 'نزاکت پگلی' میں مسٹر بیگ ایک معصوم لڑکی کی عزت لوٹتا ہے جب کہ تہذیب کی پروردہ اس کی ماں دوسری طرف دیکھتی ہے۔ 'اہال' میں طبقاتی تفاوت پر زور دیا گیا ہے جب کہ 'تیرا آنچل میرا دامن' میں ڈاکٹر کنگولی اس لیے شانو کو نہیں پاسکتا ہے کیوں کہ شانو کا باپ گاؤں کی عزت بچانے کے لیے فتو پہلوان کو جیت کی صورت میں شانو کا ہاتھ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ قسمت کی ستم ظریفی یہ کہ شانو دفتو کو ملتی ہے اور نہ ہی ڈاکٹر کو۔ افسانہ 'نوری بھی، ہاری بھی' ایک فن کار کے تاثرات ہیں جو دنیا کی ہر شے کو قتل پاتا ہے۔ 'بُرکھا برسے ساری رات' میں ریکھا عشق کی رقابت کے سبب اپنی بہن رکھشا کو کھائی میں گرا کر مار دیتی ہے۔ افسانہ 'مداوا' میں پرفارم کرنے والی چمپا کلی کی لڑکی ڈورا کلیپٹر کے لونڈے کے ساتھ بھاگ جاتی ہے جس پر وہ بظاہر روتی ہے مگر اصلیت میں اطمینان کی سانس لیتی ہے کہ چلو بوجھ تو اتر گیا۔ 'شہ رگ سے دور' میں یہ باور کیا گیا ہے کہ جاگیردار اپنی رنگ رلیوں کی خاطر اپنی رعایا کا استحصال کرتے ہیں۔ 'دل کی بستی' ان پڑھ اور جاہل جاگی دیوی کی کہانی ہے، جو یہ جان کر بھی کہ اس کا شوہر دوسری شادی کرنے والا ہے، اس کے خلاف درخواست پر دستخط کرنے سے انکار کرتی ہے۔ پتی ورتا کی ایسی کئی مثالیں ہمارے سماج میں ملتی ہیں۔ 'لوٹ آئے میرے سرچند' میں بھی سرئیلزم کی تکنیک اپنائی گئی ہے کہ ایک لڑکی خواب میں چند نام نہاد دانشوروں سے سنتی ہے کہ ایک شہنشاہ اپنی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کرنے والا ہے جس کی صورت وہ صبح سویرے دیکھے گا۔ یہ بات اس کے لاشعور میں گھر کر چکی ہے کہ ہر باپ اپنی بیٹی کو بوجھ سمجھتا ہے۔ افسانہ 'دردکا مارا' حقیقت کے بہت قریب ہے جس میں کشمیری دکاندار صمد جو ایک سیاح لڑکی کی جھنجلاہٹ کو محسوس کرکے قالین کی قیمت اتنی کم کر دیتا ہے کہ اس سودا میں نفع کی کوئی امید نہیں رہتی۔ بدلے میں وہ ہاشمری لڑکی اسے دھوکے باز سمجھ کر مزید قیمت گھٹانے کے لیے کہتی ہے۔ دراصل اس افسانے میں یہ بات باور کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کشمیری تاجروں نے برسوں کے غلط رویے سے اپنی ساکھ کھوئی ہے اور ان کی نیک نیتی پر بھی اب سوال اٹھتے ہیں۔ 'کل نمبر صفر کے گدھ' میں ہمارے گھر میں تیزی سے آرہی تبدیلی پر سوال اٹھائے گئے ہیں کہ ہر انسان گدھ بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ 'بے خواب دریچے' میں راوی کو ایک چڑیا کی موت کا شدید احساس ہوتا ہے لیکن جاگی کی محبت کا احساس نہیں ہوتا۔ 'کانچ کی دنیا' میں مادھوی کو جوں ہی دولت کی دنیا کی بے ثباتی کا ادراک ہو جاتا ہے، وہ واپس اپنے کمپاؤنڈر محبوب کے پاس چلی جاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

پہلا ورق (رسائل اردو ادب کے منتخب اداریے) اسلم پرویز		
انتخاب و ترتیب: شمس الحق عثمانی، محمد فیروز دہلوی		=/۳۰۰
رس مسعود	حکیم سید ظل الرحمٰن	=/۲۵۰
صریر خامہ	ڈاکٹر عابد اللہ غازی	=/۱۵۰
افسانیت	ڈاکٹر عابد اللہ غازی	=/۱۶۰
ماحصل	اطہر فاروقی	=/۲۲۰
سیرت فریدیہ (سرسید کے نانا خواجہ فریدالدین احمد خاں اور دیگر افراد خاندان کے حالات)		
مصنف: سرسید احمد خاں، مرتب: خلیق انجم		=/۱۵۰
ہندوستان میں اردو سیاست کی تفہیم نو	اطہر فاروقی	=/۲۶۰
انقلاب: ایک تاریخ، ایک تہذیب کی کہانی	عابد اللہ غازی	=/۸۵
بلیک ہول (ماحولیاتی آلودگی پر مبنی طویل ڈرامہ)	ڈاکٹر مظفرالدین فاروقی	=/۱۲۰
دوکان شیشہ گراں (کتابیں اور لوگ)	عمیم حنفی	=/۲۰۰
دلی کے محاورے	سید ضمیر حسن دہلوی	=/۱۰۰
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا	خلیق انجم	=/۲۳۰
سن ستاون کی دلی اور بہادر شاہ ظفر	اسلم پرویز	=/۱۵۰
آزاد ہندوستان میں اردو زبان، تعلیم اور صحافت	اطہر فاروقی	=/۱۷۰
ہندوستان میں فکری و تہذیبی اصلاح کا آغاز اور ماسٹر رام چندر		
	صدیق الرحمٰن قدوائی	=/۱۸۰
The Court of Indar [اندر سبھا] (سید آغا حسن امانت)		
	افروز تاج	=/۳۰۰
اردو ہے جس کا نام (رباعیات کا مجموعہ)	امیر چند بہار	=/۱۱۰
پریم چند گھر میں (شیورانی دیوی)	مترجم: سید حسن منظر	=/۲۰۰
ادب کی سماجیات: تصور اور تعبیر (منیجر پانڈے)	مترجم: سرور الہدیٰ	=/۲۰۰
دلی کے مسلمان دانشور (انیسویں صدی) مصنف: مشیر الحسن		
	مترجم: مسعود الحق	=/۲۷۵
گفتگو ان کی	اطہر فاروقی	=/۱۵۰
جہان اقبال	عبدالرحیم خاں	=/۷۵
کرشن چندر کے ناولوں کا تنقیدی مطالعہ (سیاسی اور سماجی پس منظر میں)		
	ڈاکٹر عبدالسلام صدیقی	=/۸۵
ہم سفروں کے درمیان	عمیم حنفی	=/۱۵۰
ڈاکٹر بشیر بدر کی شاعری (دیدہ گری)	ڈاکٹر انجم بارہ بنکوی	=/۹۰
محقق غالب کالی داس گپتا رضا	محمد عارف خاں، ثاقب صدیقی	=/۸۰
ہماری رسمیں	ڈاکٹر زینت	=/۸۵
خواجہ غلام السیدین	پروفیسر آل احمد سرور	=/۳۳۰
خواجہ غلام السیدین (مضامین اور تقریریں)	خلیق انجم	=/۱۰۰
اقبال یورپ میں	ڈاکٹر سعید اختر درانی	=/۲۵۰
دیوان بیان (احسن اللہ خاں بیان)	ارجمند آرا	=/۱۵۰

پہلی قسط

بشری درد و کرب کا عکاس: پُشکر ناتھ

دیپک بُدکی (A-102، ایس. جی. امپیریئنز، سیکٹر 4، وسندھرا، غازی آباد-201012)

پریم ناتھ پردیسی کے بعد اگر کسی کشمیری افسانہ نگار کو ملک کے طول و عرض میں مقبولیت حاصل ہوئی تو وہ ہیں پشکر ناتھ۔ ان کے افسانے ماہنامہ 'بیسویں صدی' کے علاوہ ہند و پاک کے کئی اہم رسالوں کی زینت بنتے رہے۔ پشکر ناتھ ۳۱ مئی ۱۹۳۲ء کو سری نگر میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے انھیں زندگی کے سرد و گرم کا سامنا کرنا پڑا۔ سرکاری ملازمت کے باوجود پشکر ناتھ نے سفید پوش شہری کی زندگی بسر کرنے پر اکتفا کیا جس کی بازگشت ان کی کہانی 'میری گلی کا کتا' میں سنائی دیتی ہے۔ جنوری ۱۹۵۳ء میں ان کا پہلا افسانہ ماہنامہ 'بیسویں صدی' میں شائع ہوا۔ پشکر ناتھ نے نہ صرف افسانے بلکہ ڈرامے بھی تحریر کیے اور وقتاً فوقتاً ریڈیو نشریات میں بھی حصہ لیا۔ ان کے تقریباً ساٹھ ستر ڈرامے آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوئے جنھیں کافی مقبولیت حاصل ہوئی یہاں تک کہ ان کے ریڈیائی ڈرامے 'ساون بیتے، بھادوں بیتے' کو کل ہند مقابلے میں پہلا انعام مل گیا۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ 'اندھیرے اجالے' ۱۹۶۱ء میں اور دوسرا مجموعہ 'ڈل کے باسی' ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا جن کو ریاستی کلچرل اکادمی نے انعامات سے نوازا۔ تیسرا اور چوتھا مجموعہ 'عشق کا چاند اندھیرا' اور 'کانچ کی دنیا' بالترتیب ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۳ء میں منظر عام پر آئے۔ تیسرا مجموعہ دوبارہ 'سات رنگ کا سپنا' عنوان کے تحت ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ ان کے کئی افسانوں نے کافی مقبولیت حاصل کی جیسے موت کے سوداگر، پردہ نشین، ڈل کے باسی، آس نراس، گلدان، کالی، نیل امبر تلے، اپابیل (۱۹۶۵ء کی جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی کہانی)، شہر بے چراغ اور درد کا مارا۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں تکنیک اور اسلوب کے کئی کامیاب تجربے بھی کیے۔ رام دت چاڑک کو موصوف پر ریسرچ مقالہ بعنوان 'پشکر ناتھ۔ حیات اور کارنامے' قلم بند کرنے کے لیے جموں یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی۔

پشکر ناتھ صاف شفاف اور نازک شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی صاف گوئی اور زود حسی ان کے افسانوں میں جا بجا نظر آتی ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے اکثر اپنے سماج کو آئینہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی۔ جہیز، گھریلو تشدد، مہنگائی، دولت سے پیدا شدہ طبقاتی تفاوت، سیاسی استحصال، غنڈہ گردی، لوٹ کھسوٹ، اقتدار کا بحران، حق تلفی، کنبہ پروری اور ماحول کی کثافت ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ انھیں غریب، پسماندہ انسانوں سے ہمدردی ہے اور اکثر اسی طبقے کے درد و کرب کو اپنے افسانوں میں اجاگر کرتے ہیں۔ یہاں پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس کے باوجود وہ ترقی پسندی کے نرغے میں نہیں پھنسے اور تمام عمر نعرہ بازی سے مکمل احتراز کرتے رہے۔ بہر حال حساسیت اور جذباتیت کی شدت نے انھیں قنوطیت سے ہم کنار کیا۔ چناں چہ ان کے اکثر افسانوں میں طوفانوں، مہیب اندھیروں، گھنگھور گھٹاؤں، کالی لمبی بھیانک راتوں، چیلوں، گدھوں اور موت کے خوفناک سایوں کا ذکر ملتا ہے۔ کشمیر اور کشمیریوں سے پشکر ناتھ کو خاص لگاؤ ہے۔ ان کے افسانوں میں ان کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔ 'درد کا مارا' اور 'ٹیکسی نمبر سفر کے گرد' اس پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔ اپنی تخلیقی اور ادبی شخصیت کے بارے میں افسانہ نگار فرماتے ہیں:

> "کبھی میں ان دو شخصیتوں کو ساتھ ساتھ کھڑا کر کے دیکھتا ہوں تو ایک کو کمزور سا، دبا دبا سا، ان گنت اندیشوں اور ذمہ داریوں میں گھرا ہوا پاتا ہوں اور دوسرے کو پارے کی طرح بے قرار سا، کچھ کھوجتا ہوا سا اور زندگی کی حرارت سے معمور پاتا ہوں اور دیکھتے دیکھتے مجھے اس تیسری شخصیت کا خیال آتا ہے جس کا تعارف میں کسی سے نہیں کرا سکتا۔ وہ شخصیت ہے اس پشکر ناتھ کی جو ان دونوں کے درمیان ایک پل کی طرح کھڑا ہے اور دونوں میں توازن قائم رکھتا ہے۔"

جیسا کہ ظاہر ہے پشکر ناتھ دورِ جدید میں فعال رہے۔ اس لیے ان کے اسلوب پر جدیدیت کی چھاپ ہونا لازمی ہے البتہ پریم چند کی حقیقت پسندی اور کرشن چندر کی رومانوی واقعیت پسندی سے یکسر گریز کرنا ان کے لیے ناممکن تھا۔ ان کے افسانوں میں بھی سود خور قبائل، غریب اسکول ماسٹر، ریاست دار چوکیدار، مویشی چرانے والے گجر، برتن صاف کرنے والی، سبزی بیچنے والی اور استری کرنے والی عورتیں ملتی ہیں۔ پشکر ناتھ معاشرے کی دکھتی رگ پر اپنا ہاتھ رکھنا کبھی نہیں بھولتے۔ وہ اعلا طبقے کی بد عنوانیوں پر بارہا تیکھا طنز کرتے ہیں۔ ان کے یہاں بھی دلگداز منظر نگاری ملتی ہے۔ بہر حال وہ ایسے دور میں لکھتے رہے جس سے قبل مغربی لٹریچر میں کئی تجربات کیے گئے اور ان کا اثر چھن چھن کر ہندوستانی ادب پر پڑ گیا۔ پشکر ناتھ طے شدہ پلاٹ لے کر افسانے کا آغاز نہیں کرتے۔ ان کے افسانے زماں و مکاں کی غیر ضروری حد بندیوں سے آزاد ہیں۔ کردار گوشت پوست کے بنے ہیں جو مثبت اور منفی دونوں خصوصیات کے مالک ہیں۔ وہ اکثر صیغہ واحد متکلم کا استعمال کرتے ہیں اور اپنے افسانوں کو علامتوں اور استعاروں سے مزین کرتے ہیں لیکن اس حد تک نہیں کہ افسانہ مبہم بن جائے یا پھر اس میں ترسیل کا المیہ پیدا ہو۔ دیکھا جائے تو ان کا اسلوب روسی رائٹر چیخوف کے بہت قریب ہے۔ اپنے زمانے کی روش کو دیکھ کر پشکر ناتھ نے اظہاریت کو خاص طور سے اپنایا جو آگے چل کر سرریلزم کی شکل اختیار کر گیا۔ ان کی کہانی 'شہر بے چراغ' سرریلزم کی عمدہ مثال ہے۔ اپنے فن کے بارے میں پشکر ناتھ یوں رقم طراز ہیں:

> "فن اپنا صلہ آپ ہے۔ یہ انسان کے دل میں محبت کے دیے روشن کر دیتا ہے۔ اور دماغ میں خود آگہی کی قندیلیں ... میرے لیے افسانہ نگاری ایک ریاضت ہے اور اس ریاضت کا ایک ہی مقصد ہے ... ایک بہتر انسان، ایک بہتر زندگی اور ایک بہتر دنیا۔ اس بہتر زندگی کا تصور اس قدر خوب صورت ہے کہ افسانہ نگار یا شاعر یا مصور انسان کو بھی رنگ اور نسل، زبان اور مذہب، اپنے اور پرائے کے الگ الگ خانوں میں بٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ اس کو انسان صرف انسان نظر آتا ہے۔ خوب صورت، محبت کرنے والا، سورج مکھی کی طرح ہنس مکھ اور چاند کی طرح اجلا... میں بحیثیت انسان اور بحیثیت افسانہ نگار اسی انسان کا متلاشی ہوں۔ اور اسی کے لیے افسانے لکھتا ہوں۔"

'عشق کا چاند اندھیرا' میں تیرہ افسانے شامل ہیں۔ پہلا افسانہ 'عشق کا چاند اندھیرا' ایک ایسے سود خور قبیلے کی لڑکی گوہتی کی داستان ہے جو دولت کی چمک دمک کو نامنظور کر کے اپنے پیار کی خاطر خودکشی کرتی ہے۔ 'رقص، پائل، زنجیر' میں حساس فنکار ایک گلاس ٹوٹنے کی صورت میں اپنی موت کا عکس ڈھونڈتا ہے۔ 'وحشت ہی سہی' میں مس شیریں اپنے انضباط پسند اسپائنسٹر مسز وکیل کے قریب آنے کے لیے طرح طرح کے بہانے بناتی ہے یہاں تک کہ اس کو اپنے شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ 'ایک بوند زہر' ماحول میں بڑھ رہی آلودگی پر لکھا گیا ہے۔ 'طوفان اور چائے کی پیالی' میں طبقاتی سوچ اور مجبوریوں کو محور بنایا گیا ہے جب کہ کوئی بھی شخص اپنے ضمیر کی آواز سننے کو تیار نہیں ہے۔ 'میری گلی کا کتا' میں آزاد ملک میں رہنے والے ایک باضمیر انسان کا کرب درشاتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس کہانی میں افسانہ نگار کی نجی زندگی بھی سما گئی ہو۔ 'بد صورت گلدان' ریسرچ اسکالر سوتا کی کہانی ہے جو تحقیق کی آڑ میں کئی لوگوں سے محبت کا سوانگ رچ کر ان کا دل توڑتی ہے لیکن ضمیر کے

(بقیہ صفحہ ۶ پر)

مدیر: اطہر فاروقی
شریک مدیر: محمد عارف خاں
پرنٹر پبلشر: شاہد خاں — مطبوعہ: ثمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس، دہلی
مالک: انجمن ترقی اردو (ہند)، اردو گھر ۲۱۲ - راؤز ایونیو، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲
قیمت (فی شمارہ) دو روپے، سالانہ: ۸۵ روپے (بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر)
Phones: 23237210, 23236299, Fax: 011-23236299
E-mail: hamarizaban@anjumantaraqqiurduhind.org
http://www.anjumantaraqqiurduhind.org